

فرائض دینی کا جامع تصور

اور

جہاد فی سبیل اللہ کے مقاصد و مراحل

انجینئر نوید احمد ☆

اعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِرْكَعُوْا وَاَسْجُدُوْا وَاَعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَاَفْعَلُوْا الْخَيْرَ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ﴿۷۷﴾ وَجَاهِدُوْا فِيْ اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۗ هُوَ اجْتَبَكُمْ وَمَا
جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۗ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۗ هُوَ سَمَّكُمُ
الْمُسْلِمِيْنَ ۗ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا
شُهَدَاءَ عَلٰى النَّاسِ ۗ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاَتُوا الزَّكٰوةَ وَاَعْتَصِمُوا بِاللّٰهِ
هُوَ مَوْلٰكُمْ ۗ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۷۸﴾ ﴿الحج﴾
﴿هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنَ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلٰى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۗ
وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ ﴿۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدَلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ
تُنَجِّيْكُمْ مِّنْ عَذَابِ اَلِيْمٍ ﴿۲﴾ تُوْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَجَاهِدُوْنَ فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۗ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾
يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسْكٰنٍ
طَيِّبَةٍ فِيْ جَنَّتٍ عَدْنٍ ۗ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۴﴾ ﴿الصَّف﴾

☆ تمہیدی نکات

(۱) منتخب نصاب نمبر ۲ کا درس اول سورۃ الحج کی آیات ۷۷ و ۷۸ اور سورۃ الصّف کی آیات ۱۳ تا ۱۹ کے مطالعہ پر مشتمل ہے۔

(۲) اس درس کا موضوع ہے ”فرائض دینی کا جامع تصور اور جہاد فی سبیل اللہ کے مقاصد و مراحل“۔ یہ موضوع دراصل منتخب نصاب نمبر ایک کے مضامین کا خلاصہ اور لب لباب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس درس میں شامل دونوں مقامات قرآنی منتخب نصاب نمبر ایک میں بھی شامل ہیں۔

(۳) فرائض دینی کے جامع تصور کی بار بار یاد دہانی بہت ضروری ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دین کے ایک محدود تصور کا ذہنوں پر اس قدر غلبہ ہے کہ تنظیم اسلامی سے طویل تعلق ہونے کے باوجود ابھی تک محسوس ہوتا ہے کہ ہم اکثر دین کے روایتی تصور کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ واضح طور پر وہ بات ہماری زبان پر نہیں آتی، لیکن تجزیہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے پیش نظر دین کا ایک محدود تصور ہی موجود ہے۔ یہ بات ذہنوں میں ٹھوک ٹھوک کر بٹھانے کی ضرورت ہے کہ اسلام محض ایک مذہب نہیں بلکہ دین ہے۔ یہ ایک مکمل نظام زندگی ہے جو عقائد، عبادات اور رسومات کے ساتھ ساتھ سیاست، معیشت اور معاشرت جیسے اجتماعی گوشوں کے بارے میں بھی ایک واضح عادلانہ رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اس کے عملی تقاضے صرف نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور کچھ رسومات کی ادائیگی سے پورے نہیں ہوتے، بلکہ ان کی ادائیگی کے لیے ضروری ہے کہ زندگی کے ہر معاملہ میں شریعت کی پیروی کی جائے، دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی دعوت دی جائے اور اجتماعی نظام میں دین اسلام کی تعلیمات کے نفاذ کے لیے مال اور جان سے جہاد کیا جائے۔ فرائض دینی کا یہ تصور فرائض کے روایتی تصور سے مختلف بھی ہے اور بہت زیادہ جامع بھی۔

(۴) اگر فرائض دینی کا جامع تصور اور تدریج کے ساتھ اس کی منازل کا صحیح شعور نہ ہو تو ہو سکتا ہے کہ ہم کسی درمیانی منزل کو آخری منزل سمجھ کر مطمئن ہو کر بیٹھ رہیں۔ ورنہ ہمارے سامنے یہ بات تو رہے گی کہ ”چلے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی!“ اور یہ چیز ہمیں آگے سے آگے بڑھاتی رہے گی۔ لہذا ہمیں اپنی منزل متعین کرنی ہے اور بلند ترین ہدف کے اعتبار سے اس کا تعین کرنا ہے۔ باقی یہ کہ چلنا قدم بقدم ہے۔ اگر ہم نے کچھ سیڑھیاں پھلانگ کر اوپر

کٹھن مراحل میں اللہ کی مدد کے حصول کے ذرائع ہیں: نماز اور صبر۔ مشکلات کے دوران انسان کا بڑا سہارا نماز ہے۔ نماز کی غرض و غایت اللہ کی یاد اور اُس کے ساتھ تعلق کو زندہ کرنا اور مضبوط رکھنا ہے۔ ایک مومن کی زندگی کا نصب العین ہوتا ہے اللہ کی رضا کا حصول۔ اُس کی ساری دینی سرگرمیاں اسی کی خاطر ہوتی ہیں۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ انقلابی جدوجہد میں ثابت قدم رہنے کا دار و مدار اپنے نصب العین کے ساتھ پوری یکسوئی کے ساتھ وابستگی اور لگاؤ پر ہے۔ اپنے نصب العین سے وابستگی جس قدر گہری ہوگی اسی قدر مشکلات کو برداشت کرنے اور مصائب جھیلنے کا حوصلہ زیادہ ہوگا۔ انسان نتائج کی پرواہ کیے بغیر محنت کرتا رہے گا۔ نماز، خصوصاً نوافل کا اہتمام، اس نصب العین کے ساتھ وابستگی کا انتہائی مؤثر ذریعہ ہے۔ پھر یہ حقیقت ہمیشہ سامنے رہنی چاہیے کہ انقلابی جدوجہد کے دوران استقامت اور اس جدوجہد میں کامیابی کا انحصار اسباب پر نہیں، اللہ کی مدد پر ہوتا ہے۔ سورہ آل عمران میں فرمایا گیا:

﴿إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي

يَنْصُرْكُمْ مِنْ بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾

”اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا، اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو اُس کے بعد کون تمہاری مدد کر سکے گا؟ اور مومنوں کو چاہیے کہ وہ اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔“

اللہ کی مدد اللہ سے خصوصی تعلق قائم کر کے حاصل ہوتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم دین کی خدمت کے لیے تحریکی کاموں میں تو خوب وقت لگائیں لیکن اللہ سے لو لگانے کے لیے کچھ وقت مخصوص کرنے پر توجہ نہ دیں۔ یہ بھی مادہ پرستی کی ایک صورت ہے کہ بھروسہ اپنی دینی مساعی پر ہو نہ کہ اللہ کی نصرت پر۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ دینی مساعی کے ساتھ ساتھ اللہ سے بھی لو لگائی جائے اور اُس کی جناب میں گڑگڑا کر مدد کی دعا کی جائے۔ اللہ سے لو لگانے کی بہترین صورت نماز ہے۔ فرض نماز کے علاوہ نوافل کا اہتمام اس لیے ضروری ہے کہ ان میں انسان سکون سے طویل قیام و سجود اور اللہ سے مناجات کر سکتا ہے۔ فرض نماز میں تو امام صاحب کی اقتداء کی پابندی ضروری ہوتی ہے۔ نوافل میں بھی زیادہ اہمیت رات کے پچھلے پہر نماز تہجد کی ادائیگی کی ہے۔ مسلم شریف کی ایک روایت کے مطابق اس وقت سماء دنیا پر اللہ تعالیٰ کی خاص تجلیات کا ظہور ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ پکارتا ہے:

((هَلْ مِنْ سَائِلٍ يُعْطَى؟ هَلْ مِنْ دَاعٍ يُسْتَجَابُ لَهُ؟ هَلْ مِنْ مُسْتَعْفِرٍ

چڑھنے کی کوشش کی تو گرنے کا شدید اندیشہ ہے۔ چنانچہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں توازن کی ضرورت ہے۔ ایک تو یہ کہ منزل بلند ہو اور دوسرے یہ کہ چلنے کے اندر جو بھی تدریج مطلوب ہے اس کو ہم نظر انداز نہ کریں۔

سورة الحج، آیات ۷۷، ۷۸

☆ آیت ۷۷ :

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ ”اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو“..... ﴿ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا﴾ ”رکوع کرو اور سجدہ کرو“..... ﴿وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ﴾ ”اور اپنے رب کی عبادت کرو“..... ﴿وَأَفْعَلُوا الْخَيْرَ﴾ ”اور بھلائی کے کام کرو“..... ﴿لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ﴾ ”تا کہ تم فلاح پاؤ“۔

اس آیت میں ایسے لوگوں کو جو نبی اکرم ﷺ کی لائی ہوئی تمام تعلیمات پر ایمان لے آئے تین باتوں کی تلقین کی جا رہی ہے:

(۱) رکوع کرو اور سجدہ کرو یعنی نماز ادا کرو۔

(۲) اپنے رب کی عبادت کرو یعنی دلی آمادگی کے ساتھ اُس کی کلی اطاعت کرو۔

(۳) نوع انسانی کی بھلائی کے لیے خیر کے کام کرو۔

(۱) نماز کے ساتھ شغف، اقامت دین کی جدوجہد کرنے والوں کا نمایاں وصف ہوتا ہے۔ سورہ الفتح کی آخری آیت میں صحابہ کرامؓ کی یہ شان بیان ہوئی ہے کہ:

﴿تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا﴾

”تم انہیں دیکھو گے تو رکوع و سجود اور اللہ کے فضل اور اُس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے۔“

اُن لوگوں کے لیے جو اقامت دین کی جدوجہد میں سرگرم ہیں، نماز اللہ کی نصرت حاصل کرنے کا مؤثر ذریعہ ہے۔ سورہ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾

”اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! مدد حاصل کرو صبر اور نماز سے۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

﴿يُغْفِرُ لَهُ؟﴾^(۱)

”ہے کوئی مانگنے والا کہ اُس کو عطا کیا جائے؟ ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اُس کی دعا پوری کی جائے؟ ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا کہ اُس کو بخش دیا جائے؟“

اقبال نے کیا خوب کہا ہے :۔

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی!

نماز اقامتِ دین کی جدوجہد کرنے والوں کی تربیت اور تزکیہ میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ فرض نماز میں امام کی اقتداء، سمع و طاعت کا خوگر بناتی ہے، باجماعت نماز میں شرکت و وقت کی پابندی کا عادی بناتی ہے اور انسان کے سیرت و کردار کو برائیوں سے پاک کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ (العنکبوت : ۴۵)

”یقیناً نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے۔“

نماز برائی اور بے حیائی سے اس لیے روکتی ہے کہ نماز کی ہر رکعت میں ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبُحْلِ﴾ کے الفاظ کے ذریعے اللہ سے عہد بندگی کو تازہ کیا جاتا ہے :۔ سرکشی نے کر دیے دھندلے نقوشِ بندگی آؤ سجدے میں گریں لوحِ جبیں تازہ کریں!

جو لوگ نماز کو سمجھ کر اور پورے شعور کے ساتھ ادا کرتے ہیں وہ اپنے عہدِ بندگی کا پاس کرتے ہیں اور برائیوں اور بے حیائی کے کاموں سے باز آجاتے ہیں۔ گویا نماز انسان کو اپنے رب کی بندگی کے لیے تیار کرتی ہے اور آیت کے اگلے حصہ میں اسی بندگی کا ذکر ہے۔

(۲) سورۃ الحج کی آیت زیرِ درس میں دوسرا حکم ہے اپنے رب کی عبادت یعنی بندگی کرو۔ عبادت کے مفہوم سے ہم واقف ہیں یعنی پورے ذوق و شوق کے ساتھ زندگی کے ہر گوشے اور ہر معاملہ میں اللہ کی اطاعت کرنا۔ اقامتِ دین کی جدوجہد کرنے والوں کے لیے یہ بات بہت اہم ہے کہ وہ اپنی زندگی میں عبادتِ رب کا عملی نمونہ پیش کریں۔ وجہ ظاہر ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو پورے نظامِ زندگی میں اللہ کی بندگی قائم کرنے کا مشن لے کر اُٹھے ہیں۔ اب اگر یہ اپنے وجود اور اپنے اختیار میں اللہ کی بندگی نہیں کرتے تو پھر ان کے خلاف قرآنِ حکیم کی

سخت وعید ہے کہ :

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴿۱﴾ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴿۲﴾﴾ (الصف)

”اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم کیوں کہتے ہو وہ جو کرتے نہیں ہو؟ اللہ کے نزدیک بڑی ہے یہ بات بیزار کرنے کے اعتبار سے کہ تم وہ کہو جو کرتے نہیں ہو۔“

ایسے لوگوں کو سورۃ البقرۃ میں یوں جھنجھوڑا گیا :

﴿اتَّامُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۱۱۱﴾﴾

”کیا تم لوگوں کو نیکی کرنے کی تلقین کرتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟ حالانکہ تم (اللہ کی) کتاب بھی پڑھتے ہو تو کیا سوچتے نہیں ہو؟“

ع ”جن کے رُتے ہیں سوا اُن کی سوا مشکل ہے“ کے مصداق اقامتِ دین کی جدوجہد کرنے والے جہاں ایک عظیم مشن کے حامل ہیں وہیں اُن کی ذمہ داری بھی بہت نازک ہے۔ اُن کی بے عملی لوگوں کو اس عظیم مشن سے برگشتہ کر سکتی ہے۔ اُن کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے تمام معاملات میں اللہ کی بندگی کی مثال پیش کریں۔ کاروبار، ملازمت، خوشی و غمی کے مواقع، ستر و حجاب کے احکامات، صلہ رحمی، پڑوسیوں کے حقوق اور تمام معاملاتِ زندگی میں شریعت پر عمل نہ صرف اُن کی اپنی عاقبت کو سنوارنے کا ذریعہ بنے گا بلکہ اقامتِ دین کے مشن کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنے میں بھی معاون ثابت ہوگا۔ پھر اقامتِ دین کی جدوجہد کے لیے اُن کا ایثار و قربانی بھی اللہ کے ہاں مقبول ہوگا اور اُس کے اثرات محسوس ہوں گے، کیونکہ اللہ کی سنت ہے :

﴿إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿۱۶۱﴾﴾ (المائدۃ)

”بے شک اللہ پرہیزگاروں ہی سے (ان کی قربانی) قبول فرمایا کرتا ہے۔“

(۳) آیت زیرِ درس میں تیسرا حکم دیا گیا: ﴿وَأَفْعَلُوا الْخَيْرَ﴾ ”اور بھلے کام کرو۔“ بھلے کام کرنے کا حکم اللہ کی عبادت کے تحت بھی آسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے مراد یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنا۔ اللہ نے حکم دیا ہے کہ انسانوں کی خدمت کے لیے بھلائی کے کام کرو۔ لیکن اس آیت میں بھلائی کے کام کرنے کا علیحدہ حکم دے کر اس کام کی اہمیت کو واضح کیا گیا۔ اقامتِ دین کی جدوجہد کرنے والوں میں انسانی ہمدردی اور

خدمتِ خلق بلاشبہ ایک بہت بڑا کارِ خیر ہے، لیکن اگر آخرت کی حقیقت سامنے ہو تو محض دُنوی خدمتِ خلق کا تصور بڑا محدود (short term) اور ناقص محسوس ہوتا ہے۔ ممکن ہے یہاں ہم کسی بھوکے کے پیٹ کی آگ کو تو بجھا دیں لیکن وہ غفلت کی وجہ سے پورے کا پورا جہنم کی آگ کا نوالہ بن جائے۔ نبی اکرم ﷺ نزولِ وحی سے قبل دُنوی اعتبار سے خدمتِ خلق کی سرگرمیاں انجام دیتے رہے، لیکن جب وحی کے ذریعے آپ ﷺ پر آخرت کی ابدی زندگی کے حوالے سے حقائق منکشف ہوئے تو آپ ﷺ کی سعی و جہد کا اولین مقصد نوعِ انسانی کو آخرت کی ناکامی سے بچانے کی کوشش کرنا بن گیا۔ مسلم شریف میں آپ ﷺ کا ارشاد نقل ہوا ہے:

((مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَوْقَدَ نَارًا فَجَعَلَ الْجَنَادِبَ وَالْفَرَاشَ يَقَعْنَ فِيهَا وَهُوَ يَذُبُّنَّ عَنْهَا، وَأَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ وَأَنْتُمْ تَقْلَتُونَ مِنِّي)) (٣)

’میری اور تمہاری مثال اُس آدمی کی طرح ہے جس نے آگ جلائی تو پتنگے اور پروانے اُس میں گرنے لگے اور وہ اُن کو اُس آگ سے دور ہٹاتا ہے۔ میں بھی تمہاری کمروں سے پکڑ پکڑ کر تمہیں جہنم کی آگ سے بچا رہا ہوں لیکن تم میرے ہاتھوں سے چھوٹے جاتے (اور جہنم کی آگ میں گرتے جاتے) ہو‘۔

ہمارے لیے بھی ضروری ہے کہ جہاں ہم اپنی امکانی حد تک دکھ درد میں لوگوں کے کام آسکیں، وہیں پوری ہمدردی اور دلسوزی کے ساتھ اُن کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے دعوت و تبلیغ کی ذمہ داری بھی ادا کریں۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اگر کسی معاشرے میں قائم نظام عادلانہ نہیں تو وہاں خدمتِ خلق کے کام کے مفید نتائج نظر نہیں آتے۔ استحصالی نظام لوگوں کے مسائل و مشکلات میں مسلسل اضافہ کرتا چلا جاتا ہے۔ معاشرے میں غربت، افلاس اور تنگ دستی بڑھتی ہی رہتی ہے۔ مثلاً سرمایہ دارانہ سودی نظام کی وجہ سے مہنگائی زیادہ سے زیادہ ہوتی چلی جاتی ہے۔ اب جتنے بھی کھانے کھلانے جائیں بھوک کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ جہاں ایک طبقہ کی لوٹ کھسوٹ سے مسلسل مظلوم پیدا ہو رہے ہوں وہاں سماجی خدمت کے کاموں سے محض چند مظلوموں ہی کی داد رسی کی جاسکتی ہے۔ پانچ بے روزگاروں کے روزگار کا بندوبست کیا جاتا ہے تو دس اور پیدا ہو جاتے ہیں۔ لہذا دنیا میں پائیدار خدمتِ خلق یہ ہے کہ ظالمانہ نظام کے خلاف جدوجہد کر کے

اس کے تحت لوگوں کی بھلائی کے لیے ایثار و قربانی اور بھاگ دوڑ کا جذبہ بڑی شدت کے ساتھ موجود ہونا چاہیے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((مَنْ يُحْرِمِ الرَّفِيقَ يُحْرِمِ النَّحِيرَ)) (٢)

’جو کوئی دل کی نرمی سے محروم ہو گیا وہ (گل کے گل) خیر سے محروم ہو گیا‘۔

دل کی نرمی کا اظہار محض زبانی جمع خرچ سے نہیں، بلکہ مشکلات میں مبتلا لوگوں کی پریشانیاں دور کرنے کے لیے عملی کاوشوں سے ہوتا ہے۔

انسانوں کے ساتھ بھلائی کرنے کے بھی مختلف درجات ہیں۔ پہلا درجہ ہے کہ لوگوں کی فوری مشکلات کے حل کے لیے کوشش کرنا۔ کسی بھوکے کو کھانا کھلانا، لباس کے ضرورت مند کو کپڑا پہنا دینا، کسی بے گھر کو چھت فراہم کر دینا، کسی بیمار کا علاج کر دینا، کسی مقروض کو قرض کے بوجھ سے آزاد کر دینا، وغیرہ۔ نبی اکرم ﷺ ظہورِ نبوت سے قبل بھی انسانی خدمت کی کوششوں میں مصروف رہتے تھے، اگرچہ آپ ﷺ کوئی صاحبِ ثروت انسان نہیں تھے۔ آپ ﷺ کے والد ماجد کا انتقال آپ ﷺ کی ولادت سے قبل ہو گیا تھا۔ آپ ﷺ کی پرورش پہلے والدہ پھر دادا اور آخر میں چچانے کی۔ لڑکپن ہی میں بکریاں چرائی پڑیں اور پھر تجارت کو ذریعہٴ معاش بنایا۔ آپ ﷺ کی مالی حیثیت زیادہ نہ تھی، لیکن پھر بھی آپ ﷺ بیواؤں کی خبر گیری، یتیموں کی سرپرستی اور بھوکوں کو کھانا کھلانے کی خدمات انجام دیتے رہے۔ اسی حوالے سے کتب سیرت میں ایک واقعہ بیان ہوا ہے کہ ایک روز نبی اکرم ﷺ گھر تشریف لائے تو بہت مغموم تھے۔ آپ ﷺ چادر اوڑھ کر لیٹ گئے۔ حضرت خدیجہؓ کو فکر لاحق ہوئی اور انہوں نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے شہر سے باہر مفلوک الحال لوگوں کا ایک قافلہ دیکھا ہے جن کے تن پر کپڑا نہیں، بڑے بھی بھوک سے نڈھال ہیں اور بچے بھی بھوک سے بلک رہے ہیں، کاش میرے پاس کچھ سرمایہ ہوتا تو میں اُن کی امداد کر سکتا۔ حضرت خدیجہؓ نے اُسی وقت مکہ کے چند سرداروں کو اپنے گھر بلایا اور اُن کو گواہ بنا کر اپنا سارا مال آپ ﷺ کو ہدیہ کر دیا۔ آپ ﷺ اس مال کو ضرورت مندوں کی مدد کے لیے صرف فرماتے رہے۔ آپ ﷺ ’حلف الفضول‘ کے نام سے ایک معاہدے میں بھی شریک ہوئے، جس میں یہ طے کیا گیا تھا کہ مکہ میں جو بھی مظلوم نظر آئے گا، خواہ مکہ کا رہنے والا ہو یا کہیں اور کا، ہم سب اُس کی مدد اور حمایت میں اُٹھ کھڑے ہوں گے اور اُس کا حق دلوں کر رہیں گے۔

(روز قیامت) رسول (ﷺ) گواہ بن جائیں تم پر“ ﴿وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ ”اور تم گواہ بن جاؤ لوگوں پر“ ﴿فَاقِيمُوا الصَّلَاةَ﴾ ”پس قائم کرو نماز“ ﴿وَاتُوا الزَّكَاةَ﴾ ”اور دوزکوة“ ﴿وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ﴾ ”اور چٹ جاؤ اللہ سے“ ﴿هُوَ مَوْلَاكُمْ﴾ ”وہ تمہارا دوست ہے“ ﴿فَيَعْمَ الْمَوْلَى﴾ ”پس خوب دوست ہے“ ﴿وَنَعْمَ النَّصِيرُ﴾ ”اور خوب مددگار ہے!“

اس آیت میں انتہائی تاکیدی انداز میں حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کرو جیسا کہ اُس کے لیے جہاد کرنے کا حق ہے۔ ہم پر بندوں کے حقوق بھی عائد ہوتے ہیں اور اللہ کے بھی۔ غور کیا جائے تو ہم پر سب سے بڑا حق اللہ کا ہے۔ وہی ہمارا خالق ہے رازق ہے، محافظ ہے اور مشکل کشا بھی۔ بلاشبہ وہ ہمارا ایسا محسن حقیقی ہے کہ جس کی نعمتیں ہم شمار نہیں کر سکتے۔ ہم اللہ کی حمد کے لیے چند کلمات کہہ کر، کچھ عبادات ادا کر کے، کچھ صدقہ و خیرات دے کر اور ذرا سی بھاگ دوڑ کر کے اللہ کی بیش بہا عنایات کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ ہمیں چاہیے کہ انفرادی زندگی کے ہر گوشہ میں اللہ کی بندگی کریں اور اجتماعی زندگی میں اُس کی تعلیمات کے نفاذ کے لیے تن من دھن سے جہاد کر کے ثابت کریں کہ :

مری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلمان! میں اسی لیے نمازی!

یہ سب کچھ کرتے ہوئے بھی دل میں یہ احساس رہے کہ ع ”حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا!“
﴿هُوَ أَحِبُّكُمْ﴾ ”اُس (اللہ) نے تمہیں چُن لیا ہے“ کے الفاظ پر غور کر کے ہمیں ایک سرور محسوس کرنا چاہیے۔ اللہ نے ہمیں انسان بنایا، نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات پر ایمان لانے کی سعادت عطا کی، قرآن حکیم اور سنت رسول ﷺ کی روشنی میں دینی ذمہ داریوں کا شعور دیا اور ان ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے ایک جماعت سے منسلک ہونے کی توفیق بخشی۔ فالحمد لله علی ذلک!

احسان مندی کا تقاضا ہے کہ ہم اللہ کے احکامات پر عمل اور ان کے نفاذ کے لیے اپنی تمام صلاحیتوں کو آخری حد تک بروئے کار لائیں۔ اس حوالے سے سنت رسول ﷺ تو یہ ہے کہ اپنی معاشی ضروریات کے لیے واجبی سی کوشش کریں تاکہ عزت سے دو وقت کی روٹی مل جائے اور اسی پر اکتفا کرتے ہوئے اپنی اصل توانائیوں کو اللہ کے دین کی خدمت میں لگائیں

اُسے تلپٹ کیا جائے اور اُس کی جگہ ایک عادلانہ نظام قائم کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ دُنوی اعتبار سے تمام رسولوں f کی مساعی کا مقصد تھا ایک عادلانہ نظام کا قیام۔ از روئے الفاظِ قرآنی:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ (الحديد: ۲۵)

”بلاشبہ ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو واضح نشانوں کے ساتھ اور ہم نے نازل کیں اُن کے ساتھ کتابیں اور ترازو تاکہ لوگ عدل پر قائم ہوں۔“
سورۃ الشوریٰ میں نبی اکرم ﷺ سے فرمایا گیا کہ اعلان کر دیجئے :

﴿وَأْمُرْتُمْ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ﴾ (آیت ۱۵)

”اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل کروں۔“

گویا اس دنیا میں انسانی خدمت کا دیر پا (long term) تصور یہ ہے کہ نہ صرف بھوکے کو کھانا کھلایا جائے بلکہ بھوک پیدا کرنے کے اسباب کو ختم کیا جائے نہ صرف مظلومین کی امداد کی جائے بلکہ مظلوم بنانے والے نظام ہی کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے۔ اگلی آیت میں اسی کی تلقین بڑے تاکیدی انداز میں کی جا رہی ہے۔

آیت کے آخر میں فرمایا: ﴿لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ﴾ ”تاکہ تم فلاح پاؤ“۔ معلوم ہوا آخرت میں دائمی فوز و فلاح کے حصول کے لیے صرف ایمان لے آنا کافی نہیں ہے بلکہ رکوع و سجود کے ذریعہ اللہ سے خصوصی تعلق قائم کرنا ہوگا۔ پوری زندگی میں اللہ کی بندگی کرنا ہوگی اور اس سے آگے بڑھ کر دوسروں کی خدمت کے لیے بھلائی کے کام کرنا ہوں گے۔

☆ آیت ۷۸ :

﴿وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ﴾ ”اور اللہ (کی راہ) میں جہاد کرو جیسا کہ اُس کے لیے جہاد کرنے کا حق ہے“ ﴿هُوَ أَحِبُّكُمْ﴾ ”اُس نے تمہیں چُن لیا ہے“ ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ ”اور تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں رکھی“ ﴿مَلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ﴾ ”(یہ دین) راستہ ہے تمہارے جد امجد ابراہیم کا“ ﴿هُوَ سَمُّكُمْ الْمُسْلِمِينَ﴾ ”اُنہوں نے تمہارا نام مسلمان رکھا“ ﴿مَنْ قَبُلْ وَفَىٰ هَذَا﴾ ”اس سے پہلے اور اب بھی“ ﴿لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ﴾ ”تاکہ

آخرت میں بھی یقیناً نیک لوگوں میں شامل ہوں گے۔ جب بھی اُن سے کہا اُن کے رب نے کہ فرماں برداری اختیار کرو، انہوں نے عرض کیا کہ میں نے فرماں برداری اختیار کی تمام جہانوں کے رب کی۔“

حضرت ابراہیمؑ کی حیات مبارکہ ایک ایسی مسلسل جدوجہد کی داستان ہے جس کا مقصد اللہ کی اطاعت اور اللہ کی خوشنودی کا حصول تھا۔ ہمیں بھی اسی اُسوۂ ابراہیمؑ کی پیروی کرنا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود نبی اکرم ﷺ کو اسی کا حکم دیا:

﴿ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنْ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا﴾ (النحل: ۱۲۳)

”پھر ہم نے آپؐ کی طرف وحی بھیجی کہ پیروی اختیار کیجئے ابراہیمؑ کے راستہ کی جو بالکل یکسو تھے۔“

﴿هُوَ سَمَّكُمُ الْمُسْلِمِينَ﴾ ”انہوں نے تمہارا نام مسلمان رکھا۔“ آیت کے اس حصہ میں اشارہ ہے اُس دعا کی طرف جو بیت اللہ کی تعمیر کے وقت حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسلعلیلؑ نے اللہ کی بارگاہ میں کی تھی کہ:

﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةٌ مُسْلِمَةٌ لَكَ﴾ (البقرة: ۱۲۸)

”اے ہمارے رب! ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری اولادوں میں سے اپنی فرماں بردار اُمت پیدا فرما۔“

ہمیں اللہ کا فرمانبردار بن کر اُس نام کی لاج رکھنی چاہیے جس سے ہمارے جد امجد حضرت ابراہیمؑ نے ہمیں موسوم کیا۔ مزید یہ کہ اقامت دین کے لیے جدوجہد کرنے والوں کو ہمیشہ اپنا تعارف بطور مسلم ہی کرانا چاہیے اور کسی مسلکی یا فرقہ وارانہ شناخت کو اپنی پہچان نہیں بنانا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ

الْمُسْلِمِينَ﴾ (حَم السجدة)

”اور اس سے بہتر بات کس کی ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں!“

﴿لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ ”تا کہ رسولؐ گواہ ہو جائے تم پر اور تم گواہ ہو جاؤ لوگوں پر۔“ آیت کے اس حصہ میں اُس کٹھن ذمہ داری کا

یعنی اُس کام میں جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں مامور (appoint) کیا ہے۔ ہماری ترجیحات اور عمل سے ثابت ہو کہ:

ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں ترا نام رہے

کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے، جام رہے؟

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ ”اور اللہ نے تمہارے لیے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔“ یہ ہم پر اللہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اُس نے ہمیں ایسا دین عطا فرمایا جو فطرت کے عین مطابق ہے۔ اس دین میں بدعات و رسومات کا لمبا چوڑا طومار نہیں، نفس کو کچلنے والی ریاضتیں نہیں اور رہبانیت کی طرح کوئی غیر فطری پابندیاں نہیں۔ امام ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ: ﴿لَا زُهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ﴾ ”اسلام میں کوئی رہبانیت نہیں۔“ نفسانی تقاضوں کو کچلنے کے بجائے انہیں انسانی معاشرے کی بھلائی کے لیے صحیح رخ پر ڈھالا (channelize) گیا ہے۔ یہ دین ایک ایسی راہ کی تعلیم دیتا ہے جس میں ضبط نفس (self control) ہے، نفس کشی (self annihilation) نہیں۔ تمام فطری و جبلی تقاضوں کی چند حدود و قیود کے ساتھ تسکین کا بھرپور سامان ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾

(الاعراف: ۳۱)

”(اے نبیؐ) پوچھئے کس نے حرام کیا اُس زیب و زینت کو اور اُس پاکیزہ رزق کو جو

اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا فرمایا ہے؟“

﴿مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ﴾ ”(یہ دین) راستہ ہے تمہارے جد امجد ابراہیمؑ کا۔“ دین کے تقاضوں کی ادائیگی دراصل ”ملت ابراہیمؑ“ یعنی حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہے، جس کی وضاحت قرآن حکیم میں اس طرح آئی ہے:

﴿وَمَنْ يُرَعِبْ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ ط وَلَقَدْ اصْطَفَيْنَاهُ فِي

الدُّنْيَا وَ إِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ﴾ (البقرة: ۱۳۰) اِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ لَقَالَ

أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (البقرة)

”اور کون ہے جو رُخ پھیرے ابراہیمؑ کے راستے سے؟ سوائے اُس کے جس نے حماقت میں ڈال دیا اپنے آپ کو۔ اور ہم نے اُن کو چن لیا تھا دنیا میں اور بے شک وہ

گے کہ نہ صرف اپنی کوتاہی بلکہ دوسروں کی گمراہی کا وبال بھی ہمارے سر آئے گا۔ روزِ قیامت لوگ الزام لگائیں گے کہ یہ دین کے وہ نام لیوا ہیں جو اپنے سیرت و کردار کی وجہ سے دین کی قبولیت کی راہ میں رکاوٹ بن گئے تھے۔

آخر میں حکم دیا گیا: ﴿فَاقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾ ”پس قائم کرو نماز اور ادا کرو زکوٰۃ“۔ یعنی اب اٹھو اور عمل کا آغاز کرو۔ عمل کا آغاز ہوگا ارکانِ اسلام کی ادائیگی سے جو دینی فرائض کی عمارت میں ستون کا درجہ رکھتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ﴾ ”اور چٹ جاؤ اللہ سے“۔ گویا دینی ذمہ داریوں کی ادائیگی اللہ سے مضبوط تعلق پیدا کیے بغیر ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کے لیے نوافل کا اہتمام کرنا ہوگا، تاکہ اُس سے لو لگا کر مدد اور دستگیری کی التجا کی جاسکے۔ اسی طرح اللہ سے چمٹنے یعنی اُس کی قربت کے حصول کے لیے اللہ کی رسی یعنی قرآنِ حکیم سے چمٹنا ہوگا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ (آلِ عِمْرَانَ: ۱۰۳)

”اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور گروہ گروہ نہ ہو جاؤ“۔

جامع ترمذی میں موجود ایک حدیث کی روشنی میں اللہ کی رسی سے مراد قرآنِ حکیم ہے:

((هُوَ حَبْلُ اللَّهِ الْمَتِينُ، وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيمُ، وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ))

”قرآن ہی اللہ کی مضبوط رسی ہے اور حکمت بھرا ذکر ہے، اور وہی صراطِ مستقیم ہے“۔

گویا قرآنِ حکیم ہی جہاد فی سبیل اللہ اور شہادتِ علی الناس کے فرائض کی ادائیگی کے لیے مرکز و محور ہے۔

اس آیت کا اختتام بڑے حوصلہ افزا الفاظ پر ہوا، یعنی: ﴿هُوَ مَوْلَاكُمْ، فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ﴾ ”وہ تمہارا ساتھی ہے، پس خوب ساتھی اور خوب مددگار ہے!“ دین کے تقاضوں کی ادائیگی بلاشبہ ایک مشکل کام ہے، لیکن اس راہ میں اہل ایمان کا پشت پناہ ساتھی اور مددگار اللہ ہے:۔

اُٹھ بانڈھ کمر کیا ڈرتا ہے

پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

اللہ کی مدد ایسے لوگوں کو ضرور مل کر رہتی ہے جو اللہ کے دین کی مدد کے لیے کمر کس

بیان ہے جو اُمتِ مسلمہ پر عائد ہوتی ہے۔ یہ ذمہ داری ہے ”شہادتِ علی الناس“۔ ”شہادتِ علی الناس“ کا مفہوم ہے قول و عمل کے ذریعہ دینی تعلیمات کی گواہی کا حق ادا کر کے نوعِ انسانی پر حجت تمام کرنا تاکہ وہ روزِ قیامت اللہ کے سامنے اپنی بے عملی کا کوئی جواز نہ پیش کر سکیں۔ اس اتمامِ حجت کے لیے ضروری ہے کہ دین کو قائم و نافذ کیا جائے تاکہ نوعِ انسانی پر اس کا قابلِ عمل ہونا ثابت ہو اور باطل نظام کا جبر کسی کے لیے اسلام قبول کرنے کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکے۔

”شہادتِ علی الناس“ کی ذمہ داری ہمیں اُسی طرح سے ادا کرنی ہے جیسے اللہ کے رسول ﷺ نے ادا فرمائی۔ آپ ﷺ نے اس کے لیے اپنے ذاتی کردار کی اعلیٰ مثال پیش فرمائی، دعوت و تبلیغ کا حق ادا کیا اور ایک کٹھن جدوجہد کے ذریعے بالفصل دینِ حق کو غالب کر کے نوعِ انسانی پر حجت قائم فرمادی۔ نبوت کے خاتمہ کے بعد اب ”شہادتِ علی الناس“ کی ذمہ داری اُمت کے کاندھوں پر ہے۔ روزِ قیامت اللہ کے رسول ﷺ اللہ کی عدالت میں گواہی دیں گے کہ اے اللہ! میں نے اپنی اُمت کے سامنے دین پہنچانے کا حق ادا کر دیا تھا، اب یہ اپنے طریقِ عمل کے خود ذمہ دار ہیں:

﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾

(النساء)

”پس اُس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے اور

اس اُمت پر (اے نبی ﷺ!) ہم آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے!“

اسی لیے آپ ﷺ نے حجتِ الوداع کے موقع پر بڑے اہتمام سے صحابہؓ سے پیغام پہنچادینے کا اقرار لیا اور اس پر اللہ کو گواہ بنایا۔

نبی کریم ﷺ تو ہم پر اتمامِ حجت فرما کر سرخرو ہو گئے۔ اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اپنے قول و عمل اور غلبہ دین کی اجتماعی جدوجہد کے ذریعے ”شہادتِ علی الناس“ کا فریضہ ادا کریں۔ اسی کٹھن ذمہ داری کے احساس کا بارگراں تھا جس کی وجہ سے صحابہ کرامؓ مدینہ اور مکہ سے نکل کر دُنیا کے بڑے حصے میں پھیل گئے اور دینِ حق کے پیغام کو مختصر سے عرصے میں دور دور تک پہنچا دیا۔ اگر ہم نے بھی صحابہ کرامؓ کی طرح مال و جان سے دین کی تعلیمات لوگوں تک پہنچائیں تو ہم بھی روزِ قیامت سرخرو ہو جائیں گے۔ بصورتِ دیگر ہم ایسے مجرم ثابت ہوں

لیں۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ :

﴿إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ (محمد)

”اگر تم اللہ کی مدد کرو گے وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو جمادے گا۔“

﴿وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ (الحج)

”اور جو اللہ کی مدد کرتا ہے اللہ ضرور اُس کی مدد فرماتا ہے بے شک اللہ یقیناً بڑی قوت

والا زبردست ہے۔“

جسے اللہ کی مدد میسر آجائے اسے تو سب سے بڑا سہارا مل گیا۔ سورہ آل عمران کی آیت ۱۶۰ کے

حوالے سے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ :

﴿إِنْ يَنْصُرْكُمْ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي

يَنْصُرْكُمْ مِنْ بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾

”اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو اُس

کے بعد کون تمہاری مدد کر سکے گا؟ اور مؤمنوں کو چاہیے کہ وہ اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔“

سورة الصف، آیات ۹-۱۲

☆ آیت ۹:

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ ۖ وَهُوَ (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسول کو.....

بِالْهُدَى﴾ ”کامل ہدایت کے ساتھ“..... ﴿وَدِينِ الْحَقِّ﴾ ”اور سچے دین کے ساتھ“.....

﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ ”تاکہ وہ اس کو غالب کر دیں کل نظام زندگی پر“..... ﴿وَلَوْ

كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾ ”اور چاہے مشرکین کو کتنا ہی ناگوار گزرے۔“

اس آیت میں نبی کریم ﷺ کی بعثت کا مقصد بیان کیا گیا غلبہ دین حق۔ اقامت دین

کی جدوجہد کرنے والوں کو یہ حقیقت ہمیشہ پیش نظر رکھنی چاہیے کہ انسان ہونے کا لازمی تقاضا

ہے کہ اُس کا کوئی واضح مقصد زندگی ہو۔ مقصد زندگی کم تر بھی ہو سکتا ہے اور اعلیٰ بھی۔ اعلیٰ

ترین مقصد تھا نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا، یعنی دین حق کی سر بلندی۔ اقامت دین کے لیے

جدوجہد کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے کہ انہیں نبی اکرم ﷺ کے مقصد بعثت کو

اپنا مقصد زندگی بنانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ تاحیات اس سعادت پر

قائم رہنے اور دوسروں کو بھی اس خیر کی طرف متوجہ کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ”الہدیٰ“ یعنی کامل

ہدایت اور ”دین حق“ یعنی ایک عادلانہ نظام حیات کے ساتھ بھیجا۔ اقامت دین کے لیے

جدوجہد کرنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں پر واضح کریں کہ قرآن حکیم کتاب ہدایت

ہے اور اس کی تعلیمات کا سمجھنا اور اُن پر عمل کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ اسی طرح اسلام

محض مذہب نہیں بلکہ دین ہے جو نہ صرف ہماری انفرادی بلکہ اجتماعی زندگی سے متعلق بھی رہنمائی

فراہم کرتا ہے۔ اسلام پر عمل کے لیے ضروری ہے کہ ہم انفرادی زندگی میں اس کی تعلیمات پر

عمل کریں اور اجتماعی زندگی سے متعلق اس کے احکامات کے نفاذ کے لیے جدوجہد کریں۔

﴿وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾ ”اور چاہے مشرکین کو کتنا ہی ناگوار گزرے“ کے الفاظ

ظاہر کر رہے ہیں کہ غلبہ دین کی جدوجہد آسان نہیں بلکہ اسے لازماً مخالفت کا سامنا کرنا پڑے

گا۔ نظام باطل سے باختیار طبقہ کے کچھ مفادات اور چودھراٹھیں وابستہ ہوتی ہیں۔ یہ طبقہ

دوسروں کے حقوق غصب کر کے عیاشی کر رہا ہوتا ہے۔ یہ طبقہ آسانی سے اپنے مفادات سے

دستبردار نہیں ہوتا۔ جب بھی کوئی تحریک اس طبقہ کے ظلم کو ختم کرنے کے لیے اُٹھتی ہے تو یہ طبقہ

اپنے مفادات کے تحفظ کی خاطر اس تحریک کو کچلنے کے لیے پوری قوت صرف کرتا ہے۔ یہ طبقہ

دو طرح کے مشرکین پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایک مذہبی شرک کرنے والے اور دوسرے سیاسی شرک

کرنے والے۔ مذہبی شرک کے پیشوا پنڈت پادری پروہت پجاری اور پیر کی صورت میں اللہ

اور بندے کے درمیان واسطہ بن کر عوام کی محنت کی کمائی سے نذرانے اور چڑھاوے وصول

کرتے رہے ہیں اور سیاسی شرک کے سردار بادشاہوں کے روپ میں Divine rights

of kings کا تصور دے کر اپنی حاکمیت قائم کر کے عوام سے خراج وصول کرتے رہے۔

دونوں استحصالی عناصر کا ہمیشہ گھ جوڑ رہا۔ بادشاہ مذہبی پیشواؤں کو His Holiness کی سند

دیتا رہا اور مذہبی پیشوا بادشاہوں کو Defenders of the faith کا اعزاز دیتے رہے۔

دین حق یعنی اسلام ان دونوں طبقات کے مفادات پر کاری ضرب لگاتا ہے۔ مذہبی شرک کے

سدباب کے لیے اسلام توحید کا وہ تصور دیتا ہے جو خالق و مخلوق کے درمیان حائل تمام واسطوں

اور وسیلوں کی نفی کر دیتا ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت ۱۸۶ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

سروری زیبا فقط اُس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمران ہے اک وہی باقی بتانِ آزری!

اسلام نے انسانوں کو انسان کی غلامی سے نجات دلا کر صرف اور صرف اللہ کی غلامی کے رنگ میں رنگ دیا اور بادشاہت کے بجائے خلافت کا تصور دیا۔ اب جن لوگوں کے مفادات پر اسلام کی انقلابی دعوت کی ضرب پڑتی ہے اُن کے لیے اس دعوت کا پھیلنا ناگوار ہوتا ہے۔ از روئے الفاظِ قرآنی:

﴿كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ﴾ (الشورى: ۱۳)
”گراں ہے (اے نبی ﷺ!) مشرکین پر وہ بات جس کی طرف آپ ان کو دعوت دے رہے ہیں۔“

اگر کوئی شخص صرف واعظ بن کر یا محض جزوی اصلاح کا مقصد لے کر کھڑا ہو تو اس کی بات لوگوں پر گراں نہیں گزرتی۔ اگر دین کی محض وہ باتیں پیش کی جائیں جن سے کسی کے مفاد پر زد نہ پڑتی ہو تو پھر کسی طرف سے کوئی مخالفت نہیں ہوتی، بلکہ پھولوں کے ہار پہنائے جاتے ہیں اور شاندار استقبال کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی اس بات کا مشن لے کر اُٹھے کہ میں اس پورے نظامِ باطل کو جو غیر اللہ کی اطاعت پر قائم ہے بالکل نیست و نابود کر دوں گا اور اللہ کی اطاعت پر مبنی نظام قائم کر دوں گا، تو اس سے مشرکانہ بنیادوں پر قائم نظامِ باطل کے سرداروں کو اندیشہ ہوتا ہے کہ اگر یہ نظام ختم ہوا تو ہمارے مفادات پر ضرب پڑے گی، ہماری چودھراہٹ نہیں رہے گی اور ہمارا وقار اور احترام خاک میں مل جائے گا۔ اس لیے توحید پر مبنی اسلام کے عادلانہ نظام کے قیام کی دعوت مشرکانہ نظام کے سرداروں کو برداشت نہیں ہو سکتی اور وہ اس مشن کو ناکام کرنے کے لیے ہر حربہ اختیار کرتے ہیں۔ لہذا یہ بات ہمیشہ ملحوظ رہنی چاہیے کہ اقامتِ دین کی جدوجہد کا راستہ پھولوں کی بیج نہیں بلکہ کانٹوں بھرا بستر ہے۔

اس آیت میں ہمارے لیے ایک حوصلے کا پہلو بھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد ہے دینِ حق کا غلبہ۔ چونکہ آپ ﷺ کی رسالت تمام انسانوں کے لیے رہتی دنیا تک اور پورے کرہ ارضی کے لیے ہے لہذا ایک وقت ایسا آ کر رہے گا جب پورے کرہ ارضی پر آپ ﷺ کا لایا ہوا دین غالب ہو کر رہے گا۔ اس کی بشارت خود اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے کئی ارشادات میں بیان فرمائی ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ.....﴾
”اور (اے نبی ﷺ!) جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (انہیں بتا دیجیے کہ) بے شک میں قریب ہوں۔ جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اُس کی دعا قبول کرتا ہوں.....“

بقول اقبال :۔

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے
پیرانِ کلیسا کو کلیسا سے اٹھا دو!

اسی طرح اسلام سیاسی شرک کے ابطال کے لیے حاکم مطلق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو قرار دیتا ہے۔ ارشادات باری تعالیٰ ہیں :

﴿وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ﴾ (بنی اسرائیل: ۱۱۱)
”اور حکومت میں اُس کا کوئی شریک نہیں ہے۔“

﴿وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا﴾ (الکہف)
”اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔“

﴿إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ ۗ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ﴾ (یوسف: ۴۰)
”حکومت تو بس ایک اللہ ہی کی ہے۔ اُس کا حکم ہے کہ اُس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو۔“

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ (المائدة)
”اور جو اللہ کی نازل کی ہوئی (کتاب) کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔“

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (المائدة)
”اور جو اللہ کی نازل کی ہوئی (کتاب) کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔“

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ﴾ (المائدة)
”اور جو اللہ کی نازل کی ہوئی (کتاب) کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔“

حضرت مقدادؓ راوی ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: ”روئے زمین پر نہ کوئی اینٹ گارے کا بنا ہوا گھر رہ جائے گا اور نہ اونٹ کے بالوں کا بنا ہوا خیمہ جس میں اللہ کلمہ اسلام کو داخل نہ کر دے، خواہ کسی سعادت مند کو عزت دے کر اور خواہ کسی بد بخت کی مغلوبیت کے ذریعے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جن کو عزت عطا فرمائے گا انہیں کلمہ اسلام کا قائل بنا دے گا اور جن کو ذلیل فرمائے گا انہیں اس کے تابع فرمائے گا۔ حضرت مقدادؓ فرماتے ہیں کہ اس پر میں نے (دل میں) کہا: ”پھر تو یقیناً دین کل کا کل اللہ ہی کے لیے ہو جائے گا“۔

یہ بات تو واضح ہو گئی کہ نبی اکرم ﷺ کا مقصد بعثت غلبہ دین حق ہے اور یہ کام ہو کر رہے گا۔ البتہ یہ اللہ کی سنت ہے کہ اس مشن کی تکمیل کے لیے اللہ کے بندوں کو جان و مال کی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے معجزے کے ذریعے قوم کو فرعون کی غلامی سے نجات دلوائی، لیکن دین کا غلبہ معجزے سے نہیں ہوا، اس کے لیے انہوں نے قوم کو مال اور جان لگانے کی دعوت دی۔ اگلی آیت میں اسی کی ترغیب ہمیں دی جا رہی ہے۔

☆ آیت ۱۰:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو“ ﴿هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ﴾ ”کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں“ ﴿تَنْجِيكُمْ مِّنْ عَذَابِ أَلِيمٍ﴾ ”جو تمہیں بچالے دردناک عذاب سے؟“

اس آیت میں بڑے فطری اسلوب میں انسانی نفسیات کے بہت قریب ہو کر ایک سوالیہ انداز میں اہل ایمان کو متوجہ کیا گیا ہے۔ ہر انسان ایسی تجارت کا خواہش مند ہوتا ہے جس میں خسارے کا اندیشہ نہ ہو۔ یہاں ایسی تجارت کا ذکر کیا جا رہا ہے جو ہمیشہ ہمیش کے خسارے یعنی دردناک عذاب سے انسان کو بچالے گی۔ تربیتی نقطہ نگاہ سے یہ بڑا مفید اسلوب ہے کہ پہلے ایک سوال کیا جائے اور پھر اس کا جواب دیا جائے۔ حدیث جبرائیلؑ میں حضرت جبرائیلؑ نے اللہ کے رسول ﷺ سے اسلام، ایمان، احسان اور قیامت کے بارے میں سوالات کیے اور آپ ﷺ نے جوابات دیے۔ آپ ﷺ اکثر یہ اسلوب اختیار فرماتے تھے۔

یہ حقیقت ہے کہ دنیا میں آنے والا ہر انسان ایک تجارت تو کر رہا ہے۔ وہ کسی مقصد کے حصول کے لیے اپنا وقت، صلاحیت اور توانائی خرچ (invest) کر رہا ہے۔ ایک حدیث میں

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ الْحَدِيثَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((تَكُونُ النَّبُوءَةُ فِيكُمْ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَىٰ مِنْهَاجِ النَّبُوءَةِ، فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا عَاصًا، فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً، فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَىٰ مِنْهَاجِ النَّبُوءَةِ)) ثُمَّ سَكَتَ (۵)

حضرت نعمان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ”(اے مسلمانو!) نبوت تمہارے درمیان رہے گی جب تک اللہ چاہے گا (یعنی نبی کریم ﷺ کی بنفس نفیس موجودگی)۔ پھر نبوت کے طریقہ پر خلافت کا دور آئے گا یہ دور بھی اُس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہے گا، پھر جب اللہ چاہے گا اُسے اٹھالے گا۔ پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت ہوگی جو اُس وقت تک رہے گی جب تک اللہ چاہے گا، پھر جب اللہ چاہے گا اُسے بھی ختم کر دے گا۔ پھر مجبوری کا دور حکومت ہوگا، جو اُس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہے گا، پھر اُسے بھی جب چاہے گا ختم کر دے گا۔ پھر نبوت کے طریقے پر خلافت کا دور آئے گا“۔ پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّ اللَّهَ زَوَىٰ لِي الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زَوَىٰ لِي مِنْهَا)) (۶)

حضرت ثوبانؓ راوی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا، پس میں نے اُس کے تمام مشرق و مغرب دیکھ لیے، اور میری اُمت کی حکومت زمین پر وہاں تک پہنچ کر رہے گی جو میرے لیے لپیٹ دی گئی“۔

عَنِ الْمُقَدَّادِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((لَا يَتَّقِي عَلِيًّا ظَهْرُ الْأَرْضِ بَيْتُ مَدْرٍ وَلَا وَبَرٍ إِلَّا أَدَخَلَهُ اللَّهُ كَلِمَةَ الْإِسْلَامِ بِعِزِّ عَزِيزٍ أَوْ ذَلِّ ذَلِيلٍ، إِمَّا يُعْزُهُمُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ فَيَجْعَلُهُمْ مِنْ أَهْلِهَا، أَوْ يُذِلُّهُمْ فَيَسِدُّنُونَهَا)) قُلْتُ: فَيَكُونُ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ (۷)

اس حقیقت کو یوں بیان کیا گیا:

((كُلُّ النَّاسِ يُعَدُّوْا فَبَايِعَ نَفْسِهِ فَمُعْتَقُهَا اَوْ مُؤَبِّقُهَا))^(۸)

”ہر انسان صبح کرتا ہے اور اپنے نفس کا سودا کرتا ہے پس وہ اُسے (عذاب سے) آزاد

کرنے والا ہے یا اُس کو (اللہ کی رحمت سے محروم کر کے) ہلاک کرنے والا ہے۔“

انسان کی محنت اور صلاحیت کی خریدار دنیا کی عارضی لذتیں بھی ہیں اور اللہ بھی۔ اگر ہم

نے اپنی صلاحیتیں صرف دنیا کی عارضی لذتوں کے حصول کے لیے کھپا دیں تو یہ بہت ہی گھائے

کا سودا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ﴿١٢٦﴾ أَلَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿١٢٧﴾﴾ (الکہف)

” (اے نبی ﷺ!) ان سے کہہ دیجئے کیا ہم تمہیں بتائیں سب سے زیادہ خسارے

میں رہنے والے کون ہیں اپنے اعمال کے اعتبار سے؟ وہ لوگ جن کی ساری محنتیں بھٹک

کر رہ گئیں دُنویٰ زندگی کے لیے اور وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم کامیاب ہو گئے۔“

اس کے برعکس اگر ہم نے سودا اللہ کے ہاتھ کیا تو ہمیشہ ہمیش کی جنت ہمیں نصیب ہوگی اور یہی

سب سے زیادہ نفع بخش سودا ہے۔ از روئے الفاظِ قرآنی:

﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ

يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَحَدًّا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ

وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۗ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي

بَايَعْتُمْ بِهِ ۗ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١١٠﴾﴾ (التوبة)

”اللہ نے مومنوں سے اُن کی جانیں اور اُن کے مال خرید لیے ہیں (اور اس کے)

عوض میں اُن کے لیے جنت (تیار کی) ہے۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو قتل

کرتے بھی ہیں اور قتل کیے بھی جاتے ہیں۔ یہ وعدہ اللہ کے ذمہ ہے تو رات میں اور

انجیل میں اور قرآن میں۔ اور اللہ سے بڑھ کر کون اپنا وعدہ وفا کرنے والا ہے؟ پس

خوشیاں مناؤ اپنے اُس سودے پر جو تم نے کیا ہے اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔“

بلاشبہ اصل عقل مند اور دور اندیش وہ ہے جو دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی ابدی

نعمتوں کے حصول کے لیے اپنی توانائیاں صرف کرے۔ ارشادِ نبویؐ ہے:

((الْكَيْسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ))^(۹)

”عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو پالے اور عمل کرے موت کے بعد کی زندگی

کے لیے۔“

ایسے عقل مند لوگ کامیاب ترین تجارت میں اپنے شب و روز لگا رہے ہیں :

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا

وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّن تَبُورَ ﴿١١٠﴾﴾ (فاطر)

”بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور قائم کرتے ہیں نماز اور جو کچھ

ہم نے اُنہیں دیا ہے اُس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کی

توقع کرتے ہیں جو کبھی گھائے میں نہیں جائے گی۔“

☆ آیت ۱۱:

﴿تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ ”ایمان لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسول پر“..... ﴿وَتُجَاهِدُونَ

فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ﴾ ”اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے“

..... ﴿ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ ”یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم جان لو“۔

آیت ۱۰ میں بیان شدہ سوال کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے۔ دردناک عذاب سے

بچنے کے لیے دو کام کرنا ہوں گے۔ پہلا یہ کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ پر پختہ ایمان رکھنا ہوگا

اور دوسرا یہ کہ اللہ کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کرنا ہوگا۔

یہ حقیقت قرآن حکیم میں بڑے جھنجھوڑنے کے انداز میں بار بار بیان ہوئی ہے کہ آخرت

میں دردناک عذاب سے نجات کے لیے مال و جان کی قربانیاں پیش کرنی پڑیں گی:

﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخَلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۗ

مَسْتَهْتِمُهُمُ الْبَاسَاءَ وَالضَّرَاءَ وَرَزُلْوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ

مَتَى نَصْرُ اللَّهِ ۗ آلا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ﴿١١٤﴾﴾ (البقرة)

” (اے مسلمانو!) کیا تم نے یہ گمان کیا تھا کہ جنت میں (آسانی سے) داخل ہو جاؤ

گے حالانکہ ابھی تو تم پر وہ حالات وارد ہی نہیں ہوئے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر آئے

تھے؟ اُن پر سختیاں اور تکالیف آئیں اور وہ ہلا ڈالے گئے یہاں تک کہ پکارا تھا (وقت

کا) رسول اور اُس کے ساتھی اہل ایمان کہ کب آئے گی اللہ کی مدد؟ (اس وقت اُنہیں

انسان کا حال بن جائے اور انسان کے سیرت و کردار میں نظر آئے۔ یہ ایمان حاصل ہوگا دینی اجتماعات میں شرکت سے، اپنے دینی ساتھیوں کے ساتھ قریبی میل جول سے اور قرآن حکیم پر غور و تدبر سے۔ ایمان کے حوالے سے یہاں صرف دو ایمانیاں کا ذکر ہے، یعنی توحید اور رسالت۔ توحید تو تمام ایمانیاں کی جڑ اور بنیاد ہے۔ رسالت پر ایمان کا مفہوم ہی یہ ہے کہ اُن تمام باتوں کی تصدیق کرنا جو اللہ کے رسول ﷺ نے بیان فرمائیں۔ گویا باقی تمام ایمانیاں بھی ایمان بالرسالت میں شامل ہو گئے۔

اس آیت میں دردناک عذاب سے بچنے کی دوسری شرط یہ بیان ہوئی کہ مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ سورۃ الحجرات میں یہ حقیقت بیان کی گئی کہ جہاد فی سبیل اللہ ایمان حقیقی کا لازمی مظہر ہے :

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا

بِمَاؤَلِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾

”مؤمن تو بس وہ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک میں نہ پڑے اور انہوں

نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ۔ یہی لوگ سچے ہیں۔“

اللہ کے دین کے غلبے کے لیے کوشش کرنا اور اس مشن کو اپنی زندگی میں ترجیح اول دینا دراصل اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے محبت کا عملی ثبوت ہے۔ انسان کا عمل ظاہر کرتا ہے کہ اُسے اللہ سے کس قدر محبت ہے اور وہ دیگر حقوق کے مقابلے میں اللہ کی عبادت اور اُس کے دین کے تقاضوں کی ادائیگی کے لیے کتنی محنت کر رہا ہے۔ اسی طرح انسان کا عمل بتاتا ہے کہ نفسانی خواہشات اور معاشرتی رسم و رواج کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کو وہ کس قدر اہمیت دیتا ہے اور آپ ﷺ کی پیروی میں غلبہ دین کے لیے جدوجہد میں کس قدر مال و جان لگا رہا ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ کی منازل و مراحل

یہ بہت بڑا مغالطہ ہے کہ جہاد کو صرف قتال کے معنی میں لے لیا جاتا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کی تین منازل ہیں، جن میں آخری اور بلند ترین منزل ہے قتال فی سبیل اللہ۔ جہاد فی سبیل اللہ کی پہلی منزل ہے اپنے نفس کے خلاف جہاد کر کے اپنے دائرہ اختیار میں دین غالب کرنا۔ بقول جگر مراد آبادی :

بتایا گیا کہ) آگاہ رہو اللہ کی مدد قریب ہے۔“

﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمِ

الصَّابِرِينَ﴾ (آل عمران)

”کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ (بے آزمائش) جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی تو اللہ نے ظاہر ہی نہیں کیا کہ تم میں سے کون جہاد کرنے والے ہیں اور کون صبر کرنے (ڈٹ جانے) والے ہیں!“

﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا

مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِجَهَاتٍ﴾ (التوبة: ۱۶)

”کیا تم نے یہ سمجھا تھا کہ چھوڑ دیے جاؤ گے اور ابھی تو اللہ نے ایسے لوگوں کو ظاہر کیا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور اللہ اور اُس کے رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو دلی دوست نہیں بنایا۔“

﴿أَحْسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ﴾

(العنکبوت)

”کیا لوگوں نے یہ گمان کیا تھا کہ وہ چھوڑ دیے جائیں گے محض اس لیے کہ انہوں نے

کہا کہ ہم ایمان لے آئے اور انہیں آزما یا نہ جائے گا۔“

گویا دردناک عذاب سے نجات اور جنت کا حصول آسان نہیں اس کے لیے محنت کرنا پڑے گی اور آزمائش کی بھٹیوں سے لازماً گزرنا پڑے گا۔

آیت زیر درس میں دردناک عذاب سے بچنے کی پہلی شرط یہ بیان ہوئی کہ ایمان لاؤ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ پر۔ مراد یہ ہے کہ تمہیں ”اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ“ یعنی زبانی اقرار کی بنیاد پر قانونی ایمان تو حاصل ہے، لیکن اب ”تَصْدِيقٌ بِالْقَلْبِ“ یعنی یقین قلبی کے حصول کی کوشش کر کے ایمان حقیقی سے باطن کو منور کرو۔ یہ وہی انداز ہے جو سورۃ النساء کی آیت ۱۳۶ میں آیا ہے:

﴿بَيَّأُهَا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ.....﴾

”اے اہل ایمان! ایمان لاؤ اللہ اور اُس کے رسول پر.....“

گویا دردناک عذاب سے بچنے کی پہلی شرط ہے ایمان حقیقی کا حصول۔ یعنی ایسا ایمان جو

﴿وَأَنْ تَطْعَ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (الانعام: ۱۱۶)
 ”اور اگر تم کہنا مانو گے اُن لوگوں کی اکثریت کا جو زمین پر آباد ہیں تو وہ تمہیں اللہ کے
 راستے سے بھٹکا دیں گے۔“

زمانے کے ساتھ بہہ جانا آسان ہوتا ہے لیکن اُس کے خلاف رُخ اختیار کرنا جان جو کھوں کا
 کام ہے نہ

کشاکشِ خس و دریا ہے دیدنی کوثر
 اُلجھ رہے ہیں زمانے سے چند دیوانے!

☆ دوسری منزل: دوسروں کو اللہ کی بندگی کی دعوت دینے کے لیے جہاد:

جہاد فی سبیل اللہ کی اس دوسری منزل پر بھی تین مراحل درپیش ہوتے ہیں۔ ان مراحل کا
 ذکر سورۃ النحل (آیت ۱۲۵) میں اس طرح بیان ہوا:

﴿أُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي
 هِيَ أَحْسَنُ﴾

”(اے نبی ﷺ!) بلائیے اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت سے اور عمدہ
 (دردبھری) نصیحت سے اور اُن سے بحث کیجیے عمدہ طریقہ سے۔“

(i) حکمت کے ذریعہ دعوت: یعنی دلائل کے ساتھ معاشرے کی ذہین اقلیت کو دین کی
 طرف متوجہ کرنا۔ دعوت کا ہدف اگر نظام کی تبدیلی ہے تو ان لوگوں کے ذہن تبدیل کرنا اولین
 اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ نئے نظام کی تعمیر اور اُسے چلانے کی صلاحیت ان ہی لوگوں میں
 ہوتی ہے۔

(ii) موعظۃ حسنہ: یعنی دردبھری مؤثر نصیحت کے ذریعے عوام الناس کو غفلت سے نکال
 کر دین پر عمل کے لیے آمادہ کرنا۔ ”از دل خیزد بردل ریزد“ کے مصداق علیت کے اظہار سے
 پاک اور پُرسوز و عظ و نصیحت کے ذریعے عوام کو دین کی دعوت دینا مفید ثابت ہوتا ہے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
 پر نہیں، طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے!

(iii) مجادلۃ احسن: یعنی اعتراضات کرنے، فتنے اٹھانے اور گمراہ کن نظریات کا پرچار کرنے
 والوں کے ساتھ مہذب انداز اور شائستہ اسلوب سے بحث و مباحثہ کرنا۔

مری طرف سے کوئی یہ کہہ دے مجاہد بے خبر سے پہلے
 صفائے قلب و نظر ہے لازم جہادِ تیغ و تیر سے پہلے
 جہاد فی سبیل اللہ کی دوسری منزل ہے نظریاتی سطح پر جہاد کرتے ہوئے دوسروں کو بھی
 اپنے اپنے دائرہ اختیار میں دین غالب کرنے کی دعوت دینا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تَطْعَ الْكُفْرَيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا﴾ (الفرقان)
 ”پس (اے نبی ﷺ!) ان کافروں کی بات نہ مانے اور قرآن کے ذریعے ان سے
 جہاد کیجیے بہت بڑا جہاد۔“

جہاد کی تین منازل اور ان کے مراحل کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

☆ پہلی منزل: ذاتی زندگی میں اللہ کی کامل بندگی کے لیے جہاد:

یہ جہاد فی سبیل اللہ کی اولین منزل ہے۔ اس منزل پر جہاد کے تین مراحل ہیں:

(i) نفس کے خلاف جہاد: اس جہاد کو نبی اکرم ﷺ نے افضل جہاد قرار دیا ہے:

﴿أَفْضَلُ الْجِهَادِ أَنْ تَجَاهِدَ نَفْسَكَ وَهَوَاكَ فِي ذَاتِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ﴾ (۱۰)
 ”افضل جہاد یہ ہے کہ تم اپنے نفس اور خواہشات کے خلاف اللہ تعالیٰ کی راہ میں
 جہاد کرو۔“

انسان کے لیے اللہ کی بندگی کے حوالے سے ایک بڑی رکاوٹ یہ نفس پیدا کرتا ہے:

نفس ما ہم کم تر از فرعون نیست
 لیک او را عون این را عون نیست

(ii) شیطان کے خلاف جہاد: ذاتی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی کامل بندگی کے لیے دوسری
 بڑی رکاوٹ شیطان ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا﴾ (فاطر: ۶)
 ”بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے، پس تم بھی اُسے دشمن ہی سمجھو۔“

(iii) بگڑے ہوئے معاشرے کے خلاف جہاد: بگڑا ہوا معاشرہ انسان کو نیا داری کے
 حوالے سے دوسروں کے ساتھ ایک مقابلہ میں داخل کر دیتا ہے۔ اُس کی ترجیح دنیوی لذتوں کا
 حصول بن جاتی ہے، لہذا اُس کے لیے اللہ کی بندگی مشکل سے مشکل تر ہوتی چلی جاتی ہے۔
 قرآن حکیم میں خبردار کیا گیا:

☆ تیسری منزل: اللہ کے دین کے غلبہ کے لیے جہاد:

اس منزل پر جہاد کے لیے بھی تین ہی مراحل ہیں:

(i) صبر محض (Passive Resistance): یعنی ہر طنز و تشدد کے مقابلہ میں جوابی اقدام کیے بغیر اپنے موقف پر ڈٹے رہنا۔ دعوت اگر انقلابی ہو یعنی اگر اُس کا ہدف ظالمانہ نظام کی تبدیلی ہو تو نظامِ باطل سے مفادات حاصل کرنے والے لازماً اُس کی مخالفت کریں گے۔ مخالفت کے جواب میں پہلا مرحلہ یہ ہوگا کہ بدلہ نہ لیا جائے لیکن اپنے موقف پر ثابت قدمی دکھائی جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے مکی دور میں صحابہ کرام کو اسی روش کی تلقین فرمائی، جس کا ذکر سورۃ النساء کی آیت ۷۷ میں اس طرح کیا گیا:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ.....﴾

”کیا تم نے نہیں دیکھا اُن لوگوں کو جن سے کہا گیا تھا اپنے ہاتھ روک رکھو.....“

مخالفت کے جواب میں صبر محض کی پالیسی کی حکمت یہ ہے کہ:

- نظامِ باطل کے پاس انقلابی جماعت کو مکمل طور پر کچلنے کا اخلاقی جواز نہ ہو۔
 - دعوت و تبلیغ کے ذریعے اور برائی کا جواب برائی سے نہ دے کر معاشرے کی خاموش اکثریت کی ہمدردیاں حاصل کر کے اپنی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
- ﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ﴾ (حم السجدة)
- ”اور نیکی و بدی برابر نہیں ہوتیں۔ جواب دو (بدی کا) اُس طور پر جو بہت اچھا ہو تو وہ کہ جس کے اوتمہارے درمیان دشمنی ہے، ایسے ہو جائے گا جیسے گرم جوش دوست“۔
- ساتھیوں کی تربیت کے لیے مہلت لی جاسکے۔

- ساتھیوں میں انتقام کے جذبے کو پکایا جائے تاکہ وقت آنے پر باطل کے خلاف بھرپور وار کیا جاسکے۔ بقول علامہ اقبال:

نالہ ہے بلبلِ شوریدہ ترا خام ابھی

اپنے سینے میں اسے اور ذرا تھام ابھی!

(ii) اقدام (Active Resistance): یعنی مناسب قوت و اسباب فراہم ہوتے ہی نظامِ باطل کو چھیڑنا۔ مکہ سے مدینہ ہجرت کے دوران مسلمانوں کو قریش کے خلاف اقدام کی

اجازت دی گئی، از روئے الفاظ قرآنی:

﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ بِنَاهِمُ ظَلْمُوا﴾ (الحج : ۲۹)

”اجازت دے دی گئی (جنگ کی) اُن کو جن سے (بلا وجہ) لڑائی کی جارہی ہے کیونکہ اُن پر ظلم ہو رہا ہے“۔

نبی اکرم ﷺ نے ہجرت مدینہ کے چھ ماہ بعد قریش کی معاشی اعتبار سے شہ رگ یعنی اُن کی تجارت کے خلاف اقدام کے طور پر اُن کے تجارتی قافلوں کے راستوں کی نگرانی اور پھر اُن پر حملوں کا فیصلہ فرمایا۔

(iii) مسلح تصادم (Armed Conflict) یا قتال فی سبیل اللہ: یعنی اقدام کے نتیجے میں نظامِ باطل کے رد عمل کا پامردی سے مقابلہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم ان الفاظ میں دیا ہے:

﴿وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ

الْمُعْتَدِينَ﴾ (البقرة)

”اور جنگ کرو اللہ کی راہ میں اُن سے جو تم سے لڑتے رہے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔ بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا“۔

قتال فی سبیل اللہ کا مقصد ہے اللہ کے دین کو غالب کرنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ﴾ (الانفال: ۳۹)

”اور اُن سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے اور ہو جائے نظامِ کل کا کل اللہ کے لیے“۔

قتال فی سبیل اللہ جہاد فی سبیل اللہ کی اعلیٰ ترین صورت ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا ۖ كَانَهُمْ بُنِيَانٌ

مَرُوضُونَ﴾ (الصف)

”بلاشبہ اللہ تو محبت کرتا ہے اُن سے جو جنگ کرتے ہیں اُس کی راہ میں صفِ درصف (جم کر) گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں“۔

☆ قتال فی سبیل اللہ کے آغاز کے لیے شرائط:

- ایک امیر کی قیادت میں منظم جماعت کا قیام عمل میں آچکا ہو۔
- جماعت میں شامل فدائین نے اپنے سیرت و کردار کا اثر قائم کر دیا ہو۔

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ” اور داخل کرے گا تمہیں اُن باغات میں بہتی ہیں جن کے دامن میں نہریں“ ﴿وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ﴾ اور اُن پاکیزہ مکانات میں جو ہمیشہ رہنے والے باغات میں ہیں“ ﴿ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ ”وہی ہے شاندار کامیابی“۔

آیت الی میں بیان شدہ تقاضوں کو ادا کرنے والوں کے لیے اس آیت میں دو انعامات بیان کیے گئے ہیں۔ پہلا انعام ہے گناہوں کی معافی اور دوسرا انعام ہے جنت کے پاکیزہ گھروں میں داخلہ۔ جنت اور اس کے پاکیزہ گھروں کا جہاد فی سبیل اللہ سے ایک خاص تعلق ہے۔ اللہ کی راہ میں تن من دھن سے جدوجہد کرنے والے کے لیے یہاں گھر بنانے کی خاطر وسائل کی فراہمی اور وقت کا فارغ کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ البتہ یہ ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ اُس کا اپنا ایک اچھا سا گھر ہو۔ اگر اُسے کوئی پلاٹ مل جائے یا وہ خرید لے تو دوسروں کو خوشی کے ساتھ بتاتا ہے کہ میں نے پلاٹ لے لیا ہے۔ پھر وہ پائی پائی جوڑ کر مکان بناتا ہے۔ پھر اُس کی خوشی کی انتہا نہیں ہوتی جب وہ اُس گھر میں منتقل ہوتا ہے۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد موت آتی ہے اور انسان کو اُس کی زندگی بھر کی کمائی کے حاصل سے جدا کر کے قبر کے تنگ اور ویران مقام پر لے جاتی ہے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا اس دنیا میں گھر کے حصول کی خواہش کو قربان کر کے اپنی توانائیاں اللہ کے دین کی خدمت کے لیے لگاتا ہے۔ اللہ اس ایثار کی قدر افزائی فرماتے ہوئے وعدہ کر رہا ہے کہ وہ دین کے خادم کو آخرت میں ہمیشہ ہمیش کے لیے ایسا گھر عطا فرمائے گا جس کی وسعت کا اندازہ لگانا یہاں ممکن نہیں۔ یہ گھر ہوگا بھی انتہائی پر فضا مقام پر یعنی گھنے باغات کے درمیان اور بہتی ہوئی شفاف نہروں کے اوپر۔ حقیقت میں دانشمند وہی لوگ ہیں جو ایسے گھر کے حصول کے لیے اپنا تن من دھن بچھا کر دیں۔

اس آیت میں مزید فرمایا گیا کہ: ﴿ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ یعنی آخرت کی کامیابی ہی اصل کامیابی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى﴾ (الاعلیٰ)

”اور آخرت بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے“۔

بندۂ مؤمن کو دنیا کے نتائج سے لائق ہو کر اپنی نگاہ آخرت کی کامیابی پر مرکوز کرنی چاہیے۔ صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد نے فتح مکہ سے قبل شہادت کی سعادت حاصل کی۔ وہ دُنویٰ فتح نہ دیکھ سکے، لیکن غلبہ دین کی راہ میں جانیں نثار کر کے ہمیشہ ہمیش کی کامیابی سے فیض

• جماعت نے معاشرے میں دعوت پہنچانے کا حق ادا کر دیا ہو۔

• اسباب کے حوالے سے فتح کا غالب امکان محسوس ہو۔

• متخارب گروہ سے اگر کوئی معاہدہ ہے تو اُسے علی الاعلان ختم کر دیا گیا ہو۔ ارشاد

باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ

الْخَائِنِينَ﴾ (الانفال)

”اور اگر تمہیں کسی قوم سے دغا بازی کا خوف ہو تو (اُن کا عہد) انہی کی طرف پھینک دو

(اور) برابر (کا جواب دو)۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ دغا بازوں کو پسند نہیں فرماتا“۔

☆ جہاد فی سبیل اللہ کا اصل واؤلین میدان:

ہر نبی کی سنت سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کا اصل اور اؤلین میدان اپنا علاقہ ہوتا ہے۔ اگر وہاں غلبہ دین کی جدوجہد کرنا ممکن نہ رہے تب ایسی جگہ ہجرت کی جاسکتی ہے جہاں دین کی خدمت کرنا ممکن ہو۔

☆ قتال فی سبیل اللہ اور مسلم معاشرہ میں درپیش مشکلات:

• مقابلہ باطل نظام کے محافظ کلمہ گو مسلمانوں سے ہے۔ کلمہ گو مسلمان حکمرانوں سے

تصادم کے لیے فقہاء نے دو شرائط بیان کی ہیں:

(i) حکمران کھلم کھلا کفر کا نفاذ کر رہے ہوں۔

(ii) مناسب اسباب کی اس حد تک فراہمی کہ فتح کا غالب امکان محسوس ہو۔

• موجودہ دور میں اسباب یعنی ہتھیاروں اور عسکری تربیت کے اعتبار سے حکومت اور

عوام میں بہت زیادہ عدم توازن ہے اور حکومت کے ساتھ مسلح تصادم کی صورت میں فتح کا

امکان محسوس نہیں ہوتا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان مشکلات کے پیش نظر موجودہ حالات میں دین حق کے غلبہ

کے لیے متبادل طریقہ کار کیا ہوگا؟ ان شاء اللہ اس سوال کا جواب ہم درس چار میں سمجھیں گے۔

☆ آیت ۱۲:

﴿يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾ ”وہ تمہارے گناہ بخش دے گا“..... ﴿وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ

یاب ہو گئے۔ جو لوگ محض دنیوی نتائج کے طلب گار ہوتے ہیں وہ اکثر مایوس کن حالات کی وجہ سے ہمت ہار کر بیٹھ جاتے ہیں۔ فیض نے کیا خوب کہا ہے:

یہ فصل اُمیدوں کی ہمد
سب محنت صبح و شاموں کی
دھرتی کے کونوں کھدروں میں
پھر مٹی سینچو اشلوں سے
پھر اگلی رُت کی فکر کرو
پھر اگلی رُت کی فکر کرو
اس بار بھی غارت جائے گی
اب کے بھی اکارت جائے گی
پھر اپنے لہو کی کھا د بھرو
پھر اگلی رُت کی فکر کرو
جب پھر اک بار اُجڑنا ہے
جب تک تو یہی کچھ کرنا ہے!

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیوی نتائج کی پرواہ کیے بغیر! اپنی رضا اور اُخروی نعمتوں کے حصول کو مقصود بناتے ہوئے، زندگی کے آخری سانس تک اپنے دین کے غلبہ کے لیے مال و جان لگانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

حواشی

- (۱) صحیح مسلم؛ کتاب صلاة المسافرين وقصرها؛ باب الترغيب في الدعاء والذكر في آخر الليل.....
- (۲) صحیح مسلم؛ کتاب البر والصلة والآداب؛ باب فضل الرفق۔
- (۳) صحیح مسلم؛ کتاب الفضائل؛ باب شفقتہ علیٰ امتہ.....
- (۴) سنن الترمذی؛ کتاب فضائل القرآن؛ باب ما جاء في فضل القرآن۔
- (۵) مسند احمد: ۱۷۶۸۰۔
- (۶) صحیح مسلم؛ کتاب الفتن و اشراط الساعة؛ باب هلاك هذه الامة بعضهم ببعض۔
- (۷) مسند احمد: ۲۲۶۹۷۔
- (۸) صحیح مسلم؛ کتاب الطهارة؛ باب فضل الوضوء۔ و سنن الترمذی؛ کتاب الدعوات؛ باب منه۔
- (۹) سنن الترمذی؛ کتاب صفة القيامة والرقائق والورع؛ باب منه۔
- (۱۰) کنز العمال ۲۶۹/۴۔ سلسلة الاحاديث الصحيحة للالباني: ۱۴۹۶۔



جماعت سے جڑے رہنے کا حکم

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الْإِثْنَيْنِ أَبَعْدُ، مَنْ أَرَادَ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزِمِ الْجَمَاعَةَ)) (سنن الترمذی)

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم پر جماعت کا التزام کرنا لازم ہے اور یہ کہ جدا ہونے سے بچو۔ پس بے شک شیطان اکیلے شخص کے ساتھ ہوتا ہے اور دو سے نسبتاً زیادہ دُور ہوتا ہے۔ جو کوئی جنت کی خوشبو (کے حصول) کا طلب گار ہو پس وہ جماعت کے ساتھ جڑا رہے۔“

بیعت کی اہمیت

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةِ لِقَى اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ لَهُ وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مَيْتَةً جَاهِلِيَّةً)) (مسلم)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے سنا اللہ کے رسول ﷺ کو وہ فرما رہے تھے: ”جس نے امیر کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا وہ روز قیامت اللہ سے اس طرح ملے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی، اور جو کوئی مر گیا اس حال میں کہ اس کی گردن میں بیعت کا قلابہ نہ تھا وہ جاہلیت کی موت مرا۔“